OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

Al-Nasr Volume 2, Issue 2 (July-September 2023)

ادبیات تصوف میں مکتوبات کی روایت: سلسلہ نقشبندیہ کے تناظر میں ایک مطالعہ

The Tradition of Letters in Sufism: A Study from Context of *Naqshbandī Sūfī* Order

Dr. Aqeel Ahmad
Associate Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore
Ms. Sumaira Karamat
Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women, University of Lahore
M Husnain Raza
MPhil, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

Abstract

In South Asia, more than 500 million Muslims live here. Despite the religious and social diversity, much the colors of Islamic thought and civilization are seen today. That is the fruit of great Sufī's sincerity, wisdom, and loyalty with Islam. Especially after the 15th century AD, when various rulers came to power and tried to talk about the religion of Islam in their own way, then Naqshbandia order played a vital role to maintain the pure position of Muslim thought and civilization. According to the requirements of that era, Naqshbandi Sufīs adopted the tradition of (Maktūbāt) letters for reformation and wrote letters to different people on different matters according to their circumstances. These great Naqshbandi Sufīs have served the duty of mind-building, character-building, focused on the good and fought against the evil via letters with their capacities. In this article,

CC BY

an attempt was made to discuss the Naqshbandi Sufīs letters and its importance, impact and dimensions.

Keywords: Sufī, Naqshbandia, Maktūbāt

تعارف

دعوت الیٰ الحق اور فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے بزرگان دین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہر جہت سے نبوی منہج کو اختیار کیا جائے تاکہ مطلوبہ مقاصد کے حصول میں آسانی رہے۔ دعوت و تبلیغ جو ہر مسلمان کا بالعموم اور اہل علم و معرفت کا بالخصوص فریضہ ہے اس کا اظہار ہر عہد میں اپنے اپنے عرف کے مطابق اختیار کیا گیا لیکن چند طریقے ہر زمانے اور ہر خطے میں مشترک نظر آتے ہیں جن میں تقریر، تدریس اور تصنیف نمایاں جہات ہیں اسی طرح تصنیف و تالیف میں اگر دیکھا جائے تو اس کی ایک اہم صنف مکتوب بھی رہی ہے۔ دعوت دین اور اصلاح فکر و عمل کے لیے مکتوب سنت رسول بھی ہے قرآن کریم میں حضرت سلیمان کے مکتوب کا ذکر ہے جو آپ نے ملکہ کی طرف ارسال کر کے اسے راہ حق کی طرف بلایا۔[1] اسی طرح عہد رسالت مآب اور عہد صحابہ میں مکتوب نگاری ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ رہا ہے حالات و واقعات کے تناظر میں مکتوبات کی مختلف جہات اور اثرات سامنے آئے جس سے مکتوب کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں۔ مکتوب سے مکتوب نگار کے سماجی، ثقافتی، سیاسی، مذہبی اور ملی رجحانات سے جہاں آگاہی حاصل ہوتی ہے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کے مکتوب کی غرض و غایت، مکتوب الیہ سے اس کے تعلق کی جہات اور معاملات کی نوعیت کا بھی ابلاغ ہوتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اس موثر ذریعہ کی دور جدید میں بھی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ مسلم تاریخ میں جہاں حکام و عمال کے ریاستی امور چلانے کے لیے مکتوبات و مراسلات کی ترسیل اگر معمول رہا ہے تو وہاں اہل علم و دانش کا دعوتی و اسلامی امور کے لیے مکتوبات تحریر کرنا بھی مختلف ادوار میں ان کی روایت رہی ہے۔ مکتوبات کی تاریخ میں جن مشاہیر کے مکتوبات کے فرد اور معاشرے پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے ان کو تاریخ میں ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے چند ایک حسب ذیل ہیں:

مکاتیب غزالی، مکتوبات جلال الدین رومی، مکتوبات عبد القادر جیلانی، مکتوبات معین الدین چشتی، مکتوبات شیخ حمید الدین ناگوری، مکتوبات شیخ بو علی قلندر، مکتوبات شیخ شرف الدین یحیی منیری، مکتوبات امیر از امیر کبیر سید ہمدانی، مکتوبات اشرفی از سید اشرف جہانگیر سمنانی، مکتوبات سید محمد بندہ نواز گیسو دراز، مکاتیب گلزار ابرار از شیخ نورالدین معروف بہ قطب عالم، مکاتیب جہانیاں جلال الدین بخاری، مکتوبات خواجہ عبید اللہ احرار، مکتوبات شیخ عبد القدوس گنگوہی، مکتوبات شریف از خواجہ باقی باللہ، مکتوبات کلیمی از شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، مکتوبات امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی، مکتوبات شیخ محمد معصوم، مکتوبات فارسی از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں، مکتوبات احمد رضا خان بریلوی۔[2] مندرجہ بالا مکتوبات کی نہ صرف اپنے عہد بلکہ بعد کے زمانوں میں بھی افادیت مسلمہ رہی ہے ان کے تراجم و شروحات ہوئے اور ان بزرگوں کے مکاتیب سے تشنگان علم مسلسل مستفید ہو رہے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ نے ہر عہد اور ہر خطے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے جو مخلصانہ اور مجاہدانہ مساعی سرانجام دی ہیں وہ دعوت الی الحق کی تاریخ کا روشن باب ہیں نامساعد حالات کے باوجود بھی مشائخ نقشبند نے چراغ مصطفوی سے دہر میں اجالا کرنے کی طریقت کو جاری رکھا۔ زیر نظر مقالہ میں صوفیائے نقشبند کے مکتوبات، اسلوب و نگارش، موضوعات کی جہات اور اثرات کے حوالے سے بات کی جارہی ہے۔ ان میں حسب ذیل مشائخ کے مکتوبات کا ذکر کیا جارہا ہے:

1۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی (م:1603)
2۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م:1624)
3۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں (م:1780)
4۔ شیخ قاضی ثناءاللہ پانی پتی (م:1810)
5۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی (م:1824)

مذکورہ بالا مشائخ نقشبند نے تقریباً چار صدیوں سے زائد عرصہ کے دورانیہ میں نہ صرف ادبیات تصوف میں مکتوب نگاری کو فروغ دیا بلکہ اپنے مقاصد کے حصول میں تحریر کی اس صنف سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس کے ذریعے احقاق حق سے کام لے کر اپنے مریدین، تلامذہ اور معتقدین کی اس حوالے سے بھی تربیت کی۔ ذیل میں زمانی ترتیب کے لحاظ سے ان مشائخ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی (م:1603)

حضرت خواجہ باقی باللہ، جنوبی ایشیا میں سلسلہ نقشبندیہ کے موسس اعلیٰ ہیں آپ عہد اکبری میں بلخ (افغانستان) سے یہاں تشریف لائے۔ آپ کو شاہ نقشبند حضرت شیخ بہاالدین سے نسبت اویسی سے حاصل تھی مگر آپ کی ظاہری بیعت حضرت خواجہ محمد مقتدی امکنگی سے تھی جن کی ہدایت پر آپ ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے ایک برس آپ لاہور میں مقیم رہے۔[3] اور پھر دہلی میں باقاعدہ خانقاہ تعمیر کی یہ خانقاہ دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں واقع تھی۔[4] آپ کے روحانی و علمی کمالات کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ اہل فکر و نظر اور عوام الناس کا مرجع بن گئے حکومتی و عوامی، فکری و عملی کجرویو ں سے معاشرہ کو پاک کرنے کے لیے آپ نے اپنی مومنانہ فراست سے بھرپور طریقے سے کام لیا۔ خانقاہ میں اصلاح احوال کے علاوہ آپ کے ملفوظات، شاعری اور مکتوبات نے عہد اکبری میں ہونے والی خرابیوں کے انسداد میں موثر کردار ادا کیا۔ آپ کے خلفا میں نمایاں نام یہ ہیں: امام ربانی مجدد الف ثانی، خواجہ حسام الدین، شیخ مرتضےٰ سنبھلی، شیخ طاہر بدخشی، ملا جمال الدین تلو ی، میر محمد طاہر ہروی، شیخ تاج الدین سنبھلی، اور خواجہ محمد قلیج خان بہادر۔[5] آپ کے مکتوبات، مکتوبات شریف کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کے کل ستاسی (87) مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے احباب، خلفا اور مریدین کو لکھے ہیں کچھ مکتوبات کا ذکر حضرات القدس اور زبدۃ المقامات میں بھی ملتا ہے۔[6] حضرت خواجہ اپنے مکتوبات میں مریدین کو ان کے حسب حال مختلف اعما ل و عملیات کے سرانجام دینے اور خاص کیفیات کے حصول کے لیے کافی امور سے پرہیز بھی تجویز کرتے ہیں۔ اسرار طریقت، تزکیہ کے رموز اور اشارات کے علاوہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے ساتھ صالحین کے ساتھ تمسک کرتے نظر آتے ہیں ۔ اپنے خلیفہ شیخ تاج الدین کے چند امور پر مشورہ طلب کرنے پر لکھتے ہیں:

"آپ اپنے دل سے فتویٰ طلب کریں خواہ اور مفتی کچھ کہیں جو کچھ آپ کے الہام قبول کرنے والے دل میں آجائے وہی درست اور راہ راست ہے اس کے علاوہ استخارہ بھی مسنون طریقہ ہے اور جو عجیب و غریب خوابیں آپ نے لکھی ہیں اپنے تجربہ کی روح سے معلوم ہوا ہے کہ کبھی کبھی جسمانی قوتوں کی کمزوری بھی ایسے خوابوں کا باعث ہوا کرتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص خواب میں کسی کو مردہ دیکھے تو گویا اس نے اپنی طبیعت کو دیکھا ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس شخص کو اس وقت اپنی طبیعت اور ضعف کے موافق اس راہ کے ساتھ مناسبت حاصل ہوئی ہوگی اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت و نگہبانی میں رکھے ان شاءاللہ کوئی ڈر نہیں۔ نیز بعض مقامات کی نسبت موت کے ساتھ ہے اس مقام میں افادہ کی صفت سالک سے دور ہو جاتی ہے: من زار حيا ولم يرزق منه

شیا فکا نما زا ر میتا (جس شخص نے کسی زندہ شخص کی زیارت کی اور اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو گویا اس نے مردہ کی زیارت کی۔"[7] الجھنوں، پریشانیوں کا تعلق حالت بیداری سے ہو یا خوابوں سے، ظاہر سے ہو یا باطن سے، حضرت خواجہ ایک حکیم حاذق کی طرح سالکان راہ طریقت کے مزاج، طبائع اور استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح علاج فرماتے کہ نہ صرف مرض دور ہوتا بلکہ روحانی و فکری توانائی بھی حاصل ہوتی۔ اسی طرح شیخ تاج الدین جو آپ کے خلیفہ تھے کے نصائح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ راہ حق کے سالک کے لیے سب سے اول لازم ہے کی توجہ خالص کرے اور اپنے عقیدہ کو اہل سنت و جماعت کے موافق کرے چونکہ ان باتوں کا حاصل ہونا علم پر موقوف ہے اس لیے ایسے کامل علما کی خدمت میں رہنا چاہیے جن کے عمل خالص اور اعتقاد پاکیزہ ہوں تاکہ حتی المقدور ضرورت کے موافق اپنے دین اور ملت کی تحقیق کرتا رہے۔ حقیقت کا ہونا جذب اور کشش پر موقوف ہے اور جذب اور کشش اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب تجھے محبوب کی صفت سے موصوف کریں۔ یہ بخشش اور عطیہ سید الاولین والآخرین کی ظاہری و باطنی متابعت پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اے حبیب: لوگوں کو کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کے محب ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا) اگر کبھی غفلت آجائے تو اس کو بڑا گناہ جانے اور بہت غمناک اور بے قرار ہو جائے اور اس غم والم کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑے درد کے ساتھ روئے تاکہ اللہ تعالیٰ بشریت کی بری صفتیں تجھ سے دور کر دے اور چاہیے کہ ہمیشہ عاجز، خاکسار اور بے چارہ بنا رہے تاکہ بے چاروں کی دعا قبول کرنے والا تیر اکام بھی بنادے تجھے چاہیے کی کسی پر اعتراض نہ کرے کسی کے دل کو نہ ستائے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی محبت کو دونوں جہان کی سعادت جانے تجھے چاہیے کہ جاہل صوفیوں کی مجلس سے دور رہے۔"[8] مکتوب کا اسلوب، جملے، تراکیب الفاظ، سب کچھ ہی مزاج شریعت کے مطابق ہے حیات انسانی کی تین بنیادی جہات صحیح عقیدہ، عمل خالص اور سماجی معاملات کی درستگی، کا بیان کر کے کس طرح احوال ظاہری و باطنی کی اصلاح کا فریضہ ادا کیا جارہا ہے مکتوب الیہ کے ساتھ اخلاص و محبت اور ہمدردی، اس کی دنیا و آخرت سنور جانے کی فکر بھی مکتوب سے عیاں ہے۔

2۔ حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی (م:1624)

جنوبی ایشیا میں آمریت، بادشاہت اور مطلق العنانیت کی فکر باطل کا رخ موڑنے والا سرمایہ ملت کا نگہبان، حضرت شیخ احمد سرہندی، جنہوں نے مکمل شرح و بسط کے ساتھ اسلامی نظام حکومت و ریاست کا تصور دیا ملت اسلامیہ اور ملت کفر کے افکار کو الگ الگ واضح کر کے دو قومی نظریہ کی حقیقی معنوں میں تفسیر کی اور شاہی مزاج کی نخوت و گھناونے تیور کے آگے سینہ سپر ہو کر احقاق حق کا پھریرا لہرایا وہ حضرت شیخ احمد سرہندی ہی کی ذات والا صفات تھی۔ آپ کی ولادت باسعادت 1564ھ کو سرہند میں ہوئی آپ کے والد ماجد شیخ عبدالاحد معروف صوفی شیخ عبد القدوس گنگوہی کے مرید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی پھر مزید علوم دینیہ کے لیے سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں حضرت شیخ کمال کشمیری، جو علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کے بھی استاد تھے، سے حدیث، فقہ اور تفسیر کے ساتھ عربی زبان و ادب کا مطالعہ بھی جاری رکھا تعلیم سے فراغت کے بعد سرہند واپس تشریف لے آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جہاں آپ نے مسجد اور حویلی تعمیر کروائی۔ اپنے والد ماجد سے سلسلہ چشتیہ کے علاوہ سلسلہ سہروردیہ اور قادریہ میں

بھی داخل ہو چکے تھے لیکن ابھی تک طبیعت مضطرب تھی تو اپنے دوستوں میں سے مولانا حسن کشمیری کے توسط سے دہلی میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے ملاقات ہوئی اور سلسلہ نقش بندیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی۔[9] حضرت شیخ احمد سرہندی کا عہد فکری اضطراب کا دور تھا علمائے سو اور نام نہاد صوفیہ نے صلح کلی کے خبط میں مبتلا ہو کر حکمرانوں کا ہمنوا اور ہم نوالہ بن کر اسلامی فکر وتہذیب کی دھجیاں اڑانے میں مصروف تھا۔ جبہ ودستار میں ملبوس اسی طرح کے علما وصوفیہ کی تائید نے اکبر کے ذوق الحاد کو توانا کیا اور وہ دین الٰہی کا تجربہ کرنے کی خاطر تمام اسلامی واخلاقی حدود کے پار کر رہا تھا۔ اکبر کی اس پالیسی کو ابتدا میں جہانگیر نے بھی اپنایا۔ اس عہد میں کوئی ایسی توانا آواز بلند نہ ہوئی جو اکبر کو سرکاری طور پر باطل افکار کو فروغ دینے سے روکتی۔ جہانگیر نے بھی جب اس رسم بد کو جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا تو حضرت شیخ احمد سرہندی سے یارائے ضبط نہ رہا اور آپ نے حکومتی و سرکاری طور طریقوں کے ساتھ علمائے سو کی ریشہ دوانیوں پر کاری ضرب لگائی۔ آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔ قید وبند کا یہ سلسلہ ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہو چنانچہ اسی دوران آپ نے اپنے مراتب روحانی میں بالخصوص ترقی کی، جس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوبات میں بھی کیا ہے زندان گوالیار ہی میں کئی ایک غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور کئی ایک مجرموں نے صدق دل سے توبہ کی۔ بعد میں جہانگیر اپنے فعل پر نادم ہوا اور آپ کو رہا کر دیا۔[10] رہائی کے بعد جب آپ کو اس انتخاب کا موقع دیا گیا کہ جہاں چاہیں رہیں تو آپ نے زیادہ وقت فوج کے ساتھ گزارنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس عہد میں شیخ مجدد نے اپنی جملہ تصانیف بالخصوص مکتوبات تحریر کئے آپ کے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ ادبیات تصوف میں تحریر کی اس صنف کے ذریعے فلاح وصلاح کی جہت میں یاران طریقت کو ایک ولولہ تازہ عطا ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ شیخ مجدد سے قبل بھی اس خطے میں مکتوب نگاری کا فن معروف تھا۔ لیکن حضرت کے مکتوبات کی جامعیت، ندرت بیانی، سلاست وبلاغت، جمال فکر، حسب حال اور حسب منصب الفاظ وتراکیب کا استعمال اور بین الاقوامی سطح پر پذیرائی نے مکتوب نگاری کی اہمیت کو دوچند کر دیا اگر یوں کہا جائے کی فاصلاتی تعلیم اور تعلیم بذریعہ خط وکتابت کی بنیاد رکھنے والے اور اس فن کے اس خطے میں امام حضرت شیخ مجدد ہی ہیں اتو مبالغہ نہ ہو گا آپ کے مکتوبات کی مزید جہات واسلوب ملاحظہ ہو:

آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت آپ کے مکتوبات ہیں، جو تین دفاتر پر مشتمل ہیں (دفتر سوم بالخصوص اہم ہے) اور جن کی آپ کی زندگی میں اتنی قدر ومنزلت ہوئی کہ ان کی نقلیں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں پھیل گئیں۔

غالباً یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ مثنوی مولانا روم کے بعد مکتوبات ہی حقائق ومعارف اور اسرار شریعت وطریقت کا خزینہ ہے جن سے الحاد وزندقہ، بدعت وضلالت کا قلع قمع ہوتا ہے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مکتوبات کا مطالعہ خالص علمی نہج پر کیا جائے۔ اگر ایسا ہو تو اس سے اسلامی تعلیمات، تاریخ تصوف اور نفسیات مذہب کے متعلق اہم نکات منکشف ہوں گے۔ مکتوبات کا انداز علمی بھی ہے اور واعظانہ وخطیبانہ بھی، زبان موثر اور شیریں ہے اور اسلوب نہایت سلجھا ہوا ہے۔[11]

مکتوبات امام ربانی کے نام سے معروف حضرت شیخ مجدد کے مکتوبات، جو اصل فارسی زبان میں ہیں کے عہد حاضر میں متعدد زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں کے تین دفتر ہیں:

1۔ دفتر اول: اس میں تین سو تیرہ (313) مکتوبات ہیں اور یہ درالمعرفت کے نام سے موسوم ہی جن کو شیخ مجدد کے مرید خاص خواجہ یار محمد بدخشی نے مرتب کیا۔

2۔ دفتر دوم: اس میں ننانوے (99) مکتوبات ہیں اس کا تاریخی نام نور الخلائق ہے اس دفتر کو حضرت خواجہ عبد الحیٔ نے مرتب کیا۔

3۔ دفتر سوم: اس دفتر میں ایک سو چودہ (114) مکتوبات ہیں بعد میں مزید دس کے اضافے کے ساتھ تعداد ایک سو چوبیس (124) ہو گئی یہ دفتر معرفت الحقائق سے موسوم تھے اس کو میر محمد نعمان اور خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مرتب کیا۔[12]

شیخ مجدد کے کل 536 مکتوبات میں 22 مکتوبات عربی زبان میں ہیں اس سے اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ شیخ مجدد کی ذات علوم و معارف کا گنجینہ تھی کہ نہ صرف اپنے عہد کے مروجہ علوم بلکہ مکمل اسلامی علمی ورثہ کے شناور تھے اور پیش آمدہ مسائل کی اصلاح کے لیے عربی و فارسی پر کامل دسترس کے ساتھ اظہار حق مختلف صورتوں میں فرماتے تھے جس کی ایک جہت آپ کے مکتوبات ہیں۔

ہر دفتر میں مکتوبات کی ایک خاص تعداد کا عدد شیخ مجدد کے فکری میلان اور طبعی ذوق کا عکس جمیل ہے۔

پہلا دفتر جو 313 مکتوبات پر مشتمل ہے اس عدد کی نسبت پیغمبران مرسل اور اصحاب بدر کی طرف ہے دوسرا دفتر جس میں 99 مکتوبات ہیں وہ اللہ تعالی کے ننانوے صفاتی اسمائے کرام کی نسبت سے ہے اور تیسرا دفتر جس میں 114 مکتوب ہیں جو قرآنی سورتو ں کی تعداد کی نسبت سے ہے۔[13]

دین اسلام کی اساس توحید، رسالت اور صحابہ کرام کا اسوہ ہے شیخ مجدد اکبری عہد ظلمت میں توحید، رسالت اور اصحاب رسول سے اپنی نسبتوں کا تعلق مختلف جہات سے کرتے نظر آتے ہیں جس کی ایک جہت یہ ہے۔ رام اور رحمن کا فرق ختم کرنے والوں کی فکر باطل کا رد بلیغ کرتے ہوئے آپ نے ہروی رام ہندو کی طرف اس کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا لکھتے ہیں:

”اچھی طرح جان اور آگاہ رہ کہ ہمارا اور تمھارا بلکہ تمام جہانوں کا آسمان ہو یا زمین، علیین (ملائکہ) ہوں یا سفلین (حیوانات) سب کا پروردگار ایک ہے اور بے کیف و بے مثل ہے۔ وہ شبہ، مانند، اور شکل و مثال سے پاک و منزہ ہے کسی کا باپ ہونا یا فرزند ہونا اس ذات کے لیے محال ہے مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس ذات سبحانہ کی شان کے لیے عیب اور نقص ہے وہ زمانہ میں نہیں کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق ہے اور وہ کسی مکان میں بھی نہیں کیونکہ مکان بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اس کے وجود کا آغاز نہیں اور اس کی نہایت نہیں جو بھی خیر و کمال ہے اسی ذات سبحانہ کے لیے حاصل ہے اور جو بھی نقص و زوال ہے وہ اس سے بلند ذات ہے پس مستحق عبادت اور لائق پرستش وہی سبحانہ تعالی ہے۔ رام اور کرشن اور ان کی مانند ہندوؤں کے دیگر معبود، سب ادنی مخلوق ہیں اور انہیں ماں باپ نے جنا ہے رام جسرت کا بیٹا، لچھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر ہے جب رام اپنی بیوی کی نگہداشت نہ کر سکا (بلکہ راون اسے چھین کر لے گیا) تو وہ دوسرے کی کیا مدد کرے گا عقل و فہم سے کام لینا چاہیے ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ ہزاروں درجے شرم و عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمترین خاکروب کے نام سے یاد کرے رام اور رحمن کو ایک خیال کرنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے اور بے مثل ذات ممکن کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتی رام اور کرشن کی پیدائش سے قبل پروردگار عالم کو رام و کرشن نہیں کہتے تھے ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوا کہ رام اور کرشن کا نام اس ذات سبحانہ پر بولتے ہیں اور رام اور کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد قرار دیتے ہیں حاشاو کلا ثم حاشاو کلا (خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ)۔“[14]

یہی توحید خالص کی شرح ہے جس کا حرف حرف قرآن و سنت کے تصور توحید سے عبارت ہے وحدہ لاشریک کی احدیت و صمدیت اور ہر جہت سے بے مثلیت کا اظہار ہی لا الہ کی تفسیر ہے۔ یہی اسلام کا وہ بنیادی سبق اور درس ہے جس کے بارے میں اکبر کے عہد میں تشکیکات و ابہام پیدا کر کے فکر مسلم کو پریشان و مضطرب کیا گیا۔ لیکن شیخ مجدد نے اہل اسلام کے قلوب و فکر

کارشتہ پھر ان کی اصل سے جوڑا اور بروقت آگاہ ہو کر دین اسلام کے شجر کو تازگی عطا کر کے سرمایہ ملت کا دفاع کیا۔ اسی طرح اتباع رسول کی اہمیت و ترغیب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیا کرام کی (اللہ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموما اور ان سب سے افضل پر خصوصا نازل ہوتی رہیں) متابعت کے ساتھ وابستہ ہے بالفرض اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے اور ریاضت شاقہ و مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی ان (انبیائے کرام) کی متابعت کے نور سے منور اور روشن نہ ہوں تو بارگاہ ایزدی میں ان کی قیمت ایک جو کے برابر نہیں۔"(15)

واضح ہوا کہ اتباع رسول کے بغیر کسی بھی عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں جس عمل کی بنیاد اسوہ رسول پر ہو گی وہی عمل حقیقی کامیابی اور نجات کا ذریعہ بنے گا۔

3۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں (م:1780)

جنوبی ایشیا میں نقشبندی قافلہ کے سرخیل حضرت میرزا مظہر جان جاناں، آپ کا سلسلہ اٹھائیس واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی سے جاملتا ہے اس طرح آپ کا تعلق سادات علوی سے ہے۔ آبائے کرام امرا میں سے تھے آپ کی دادی محترمہ ایسی صالحہ تھیں کہ ذکر و اذکار کے ساتھ مثنوی مولانا روم کا بھی درس دیا کرتی تھیں آپ کے والد میرزا جان اورنگ زیب عالم گیر کے امیر (سرکاری عہدہ دار) تھے اور سلسلہ قادریہ میں شاہ عبد الرحمن کے مرید تھے۔ حضرت میرزا مظہر کی ولادت باسعادت موضع کالا باغ مالوہ میں ہوئی اورنگ زیب عالم گیر نے آپ کا نام جانِ جان رکھا مظہر تخلص تھا عوام میں آپ جان جاناں کے نام سے مشہور ہوئے۔[16] والدِ گرامی نے آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے بہت اہتمام کیا ابتدائی عربی، فارسی کی تعلیم حضرت میرزا نے اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی دیگر علوم دینیہ حضرت شیخ محمد عابد سنامی سے حاصل کیے گیارہ برس ان کی خدمت اقدس میں رہے ان ہی سے قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ طریقہ کی اجازت حاصل کی اور ان کے وصال کے بعد مسند ارشاد سنبھالی۔[17] حضرت میرزا مظہر تقریباً 35 برس مسند رشد و ارشاد پر فائز ہو کر طالبانِ حق کی علمی و روحانی تشنگی بجھاتے رہے اس کے لیے آپ کے مواعظ، دروس، ملفوظات، شاعری اور مکتوبات کے ادبیاتِ تصوف میں خاص اہمیت رہی ہے جس کو یارانِ طریقت ہر عہد میں تحفہ جان جاناں جان کر مستفید ہوتے رہے ہیں۔ حضرت میرزا کے مکتوبات اس وقت موضوع سخن ہے آپ نے اپنے اسلاف کریمین کی روایات کو جاری رکھتے ہوئے مختلف امور و معاملات پر مکتوبات تحریر فرمائے آپ کے مکتو بات کے اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

> "آپ نے فارسی مکتوب نگاری میں بھی سادگی کی بنیاد رکھی اور اس کی اصلاح کی غالب نے اردو مکتوب نگا ری میں جو اصلاحیں کی تھیں اس کی ابتدا ستر اسی (70،80) برس پہلے میرزا صاحب نے ہی کی تھی۔"[18]

محمد صدیق خان شبلی، حضرت میرزا مظہر کے مکاتیب کے اسالیب اور تعداد و اشاعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "میرزا صاحب نے اپنے احباب اور ارادت مندوں کو جو خطوط لکھے وہ سب کے سب فارسی میں ہیں ان خطوط میں میرزا نے شریعت و طریقت اور سیر و سلوک کے مسائل بہت موثر انداز میں بیان کیے ہیں انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے ان خطوط کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں: مقاماتِ مظہری میں حضرت میرزا کے 32 خطوط بھی شامل ہیں، کلمات طیبات میں 88 خطوط ہیں، خطوط کا ایک مجموعہ ڈاکٹر

غلام مصطفی خان نے بھی مرتب کیا، 91 خطوط پر مشتمل ایک مجموعہ ڈاکٹر خلیق انجم نے شائع کیا ہے۔ یہ تمام خطوط میرزا صاحب کی زندگی، اور ان کے مسلک و معمولات پر روشنی ڈالتے ہیں۔"[19]

ایک صوفی باصفا چونکہ بذات خود فکری عملی تزکیہ و تطہیر کے مراحل سے گزرا ہوتا ہے اس لیے اخلاص اس کی فطرت اور تقوی اس کا شعار ہوتا ہے اور پھر جب اخلاص و تقوی کے ظاہری و باطنی ثمرات سے وہ مستفید ہوتا ہے تو اس کا ملی درد اس کو دوسروں کی خیر و فلاح اور اصلاح احوال کی طرف راغب کرتا ہے تا کہ جن اعلی عادات و کیفیات کی وجہ سے وہ مستفید ہو رہا ہے اس سے دیگر بھی ہوں یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کی جملہ صوفیائے کرام صرف معاملات الٰہی ہی میں اخلاص کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے ساتھ بھی ان تمام معاملات کی جہات میں ان کا اخلاص قابل دید ہوتا ہے۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے اخلاص کا یہ رنگ ان کے مکتوبات میں بھی نظر آتا ہے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"تقوی و پرہیز گاری اختیار کرو، حضرت محمد مصطفی کی دل و جان سے متابعت کرو اپنے احوال کا کتاب و سنت سے تقابل کرو، اگر موافق ہیں تو قبولیت کے لائق خیال کرو اگر مخالف ہیں تو مردہ خیال سمجھو ۔عقیدہ اہل سنت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرو اور علما کی صحبت اختیار کر کے ثواب اخروی حاصل کرو۔"[20]

حضرت میرزا مظہر کے مکتوبات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنے عہد کے سیاسی اور سماجی حالات کے نشیب و فراز کی مکمل معرفت رکھتے تھے حالات کی نزاکتوں اور سخت مراحل سے اپنے مریدین کو نبرد آزما ہونا بھی سکھاتے تھے۔ ایک مکتوب میں شہر کے عمومی حالات کے بارے میں لکھتے ہیں ": عام بیماری اور بد امنی کی وجہ سے شہر کے لوگوں کا جو حال ہے وہ کہاں تک لکھوں خدا اس شہر سے اپنے غضب کو اٹھائے کیوں کہ سلطنت میں نظم و نسق نام کی کوئی چیز نہیں رہی۔"[21] تربیت نفس کے لیے ایسے جملوں سے نصیحت فرماتے کہ اس سے ہر طرح کے معاملات کی اصلاح کے پہلو نظر آتے ہیں لکھتے ہیں ": التزام شریعت اور اشغال طریقت میں مقید رہو اور خاکساری و بے نفسی کے ساتھ خلقت سے معاملہ رکھو نفس کا کمال اس کی نیستی (فنا) میں ہے اور ہستی (بقا) اللہ تعالی ہی کے لیے مسلم ہے۔ فقرا و علما کی صحبت اختیار کرو۔ مکروہات زمانہ پر صبر کرو کہ دنیا مومنوں کا قید خانہ ہے اور راحت کا وعدہ بشرط سلامت ایمان آخرت میں ہے اللہ تعالی کی کم یا زیادہ نعمتوں پر شکر کو واجب جانو، بد خلقی سے پیروں کو بد نام نہ کرو، اگر کوئی اس طریقہ کی طرف آئے تو اس کی خدمت کرو اور اس سے خدمت نہ چاہو اگر وہ اپنے غلبہ محبت سے کچھ خدمت کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور جہاں رہو ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ اور شریعت پر قائم رہو اور پیران طریقت کی صحبت میں پکے رہو۔"[22] اللہ کی طرف ہر حال میں متوجہ رہنا، احکامات الٰہیہ پر کار بند رہنا اس کی تلقین کرنا صبر، شکر اور بے لوث خدمت کی طرف راغب کر کے اخلاق حسنہ کا پیکر بنانے کی سعی کی، صالحین کی صحبت میں رہنے کا حکم، وکونوا مع الصادقین، کے حکم پر عمل نظر آتا ہے۔ حضرت میرزا مظہر کے مکتوبات عموما انہی خصوصیات سے مزین نظر آتے ہیں۔

4۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی (م:1810)

ان کا نسب حضرت عثمان بن عفان سے جا ملتا ہے آپ پانی پت (مشرقی پنجاب ہندوستان) میں 1730 میں پیدا ہوئے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور پھر علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اس سلسلے میں دہلی آئے جہاں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م:1762) سے حدیث سماعت کی پھر حافظ محمد عابد سنامی (م:1747) سے طریقہ نقشبندیہ میں اجازت حاصل کی

ان کی وفات کے بعد حضرت میرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی علم طریقت حاصل کیا۔ میرزا مظہر ان کے جوہر سے بہت متاثر ہوئے اور ان کو علم الھدیٰ کا لقب دیا۔ میرزا مظہر نے ان کے بارے میں ایک بار یہ بھی فرمایا: اگر اللہ نے روز حشر مجھ سے پوچھا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو عرض کروں گا کہ ثناء اللہ پانی پت لایا ہوں۔[23] جمیع صوفیائے کرام کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہونے سے قبل مکمل علوم دینیہ اور مروجہ معاملات کی معرفت حاصل کرتے تاکہ اصلاح احوال کا فریضہ ادا کرتے وقت ہر امر ان کے سامنے واضح رہے حضرت قاضی صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علوم دینیہ میں آپ کے اساتذہ میں حضرت شاہ ولی اللہ جیسی نابغہ ہستی شامل ہے جب کہ اسرار طریقت اور امور تزکیہ میں شیخ عابد سنامی اور حضرت میرزا مظہر سے اکتساب فیض کیا سماجی لحاظ سے آپ منصب قضا پر فائز تھے حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو بیہقی وقت کا خطاب دیا۔ آپ کی شہرہ آفاق تفسیر جس کو آپ نے میرزا مظہر کے نام معنون کیا ہے بارے میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں "یہ تفسیر قدمائے مفسرین کے اقوال اور تاویلات جدیدہ کی جامع ہے جو ان کے لطیفہ روحانی پر مبدا فیاض سے انڈیلے گئے ہیں۔[24] متاخرین صوفیائے کرام میں سے حضرت قاضی صاحب کے تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے حوالے سے ذوق، جن کا عکس ان کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کو دیکھ کر اس بات میں تامل نہیں رہتا کہ صوفیہ کے ہاں مبادیات دینیہ سے معرفت اور تمسک کا کس قدر اہتمام تھا۔" حضرت قاضی صاحب نے اپنی سماجی مصروفیات اور عہدہ قضا پر ہونے کے باوجود بے شمار تصانیف کو بطور یادگار چھوڑا ہے ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات جو نہ صرف آپ کے عہد کے عمومی حالات کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ حالات حاضرہ سے آپ کی مکمل واقفیت بھی واضح کرتے ہیں اپنے ایک مکتوب جو میرزا مظہر کے نام لکھا فرماتے ہیں:

> "فقیر اپنے اہل و عیال سمیت بخیر و عافیت ہے، لیکن کفار کے غلبے سے سخت پریشان ہے۔ عہد سابق میں کافی عرصے سے ہندوستان میں اسلام کمزور چلا آرہا ہے کافی دیر تک رافضیوں کی وکالت (نجف خان کی وزارت مراد ہے) اور کافر سکھوں کے حملے کی تشویش رہی تقریباً دس سال سے مرہٹوں کا تسلط ہے گو دنیوی اعتبار سے چنداں تکلیف نہیں ہے، مگر رسوم کفریہ کے غلبے اور اہل اسلام کی مغلوبیت درویشوں کو پریشان رکھتی ہے۔ بادشاہ اسلام اور مسلمانوں کے لشکر جہاد کی توفیق نہیں رکھتے"[25]

مکتوب کا اسلوب حضرت قاضی صاحب کی اسلام اور اہل اسلام کی حالت زار کے حوالے سے دردمندی کا بیانیہ ہے بالخصوص یہ جملہ کہ، رسوم کفریہ کے غلبے اور اہل اسلام کی مغلوبیت درویشوں کو پریشان رکھتی ہے، سے اس خطے میں بزرگان نقشبندیہ کی مساعی کی مقصدیت کو واضح کررہا ہے کہ ان کی ہر جہت سے جد وجہد کا نصب العین شوکت اسلام کا اظہار اور دعوت دین کا فروغ ہی تھا۔ حضرت قاضی صاحب کی علمی، تصنیفی، دعوتی اور دیگر امور میں فعالیت سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ حجرہ نشین نہیں تھے بلکہ اپنے عہد کے عرف پر بھی آپ کی گہری نظر تھی جس کا اظہار آپ کی جملہ تصنیفات اور مکتوبات سے واضح ہے فکری مغالطوں یا کسی معاملہ پر افراط و تفریط کے خاتمے اور راہ اعتدال اپنانے کے حوالے سے حضرت قاضی صاحب اصلاح فکر و اخلاق پر مبنی اپنی تالیف، ارشاد الطالبین، میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگوں کی آرا میں بہت اختلافات ہیں کچھ لوگ سرے سے ولایت کے ہی منکر ہیں کچھ کہتے ہیں کہ اولیا تھے تو سہی مگر ہمارے دور فاسد میں کوئی ولی موجود نہیں کچھ لوگ اولیا کو معصوم، عالم الغیب اور مختار کل مانتے بعض لوگ ایسے افراد کے ہاتھوں پر

بیعت کر لیتے ہیں جو ایمان اور کفر میں فرق نہیں کرتے اس لیے میں نے طالبان طریقت کی رہنمائی کے لیے عربی میں ایک کتاب لکھی جسے افادہ عام کے لیے فارسی قالب میں پیش کیا جا رہا ہے۔"[26] حضرت قاضی صاحب کے چند مکتوب شاہ نعیم اللہ بہڑا ئچی، جو حضرت میر زا مظہر کے مرید خاص تھے کے نام بھی ہیں شاہ نعیم اللہ بہڑائچی جنھوں نے چالیس روز حضرت قاضی صاحب کی صحبت میں گزارے اس صحبت کے بارے میں فرماتے ہیں": جب پیر و مرشد (حضرت میر زا مظہر) کے مزار مبارک کی تعمیر کے لیے دہلی گیا تو پورے چالیس روز ارشاد پناہی حضرت مولوی ثنا اللہ پانی پتی کی خدمت بابرکت میں گزارے، آپ کی محبت و توجہ کی برکت سے علوم ظاہر و باطن اور تازہ تحقیقات و تدقیقات سے مستفیض ہوا[27] شاہ نعیم اللہ بہڑائچی کی تصانیف میں مکاتیب قاضی ثنا اللہ پانی پتی بھی شامل ہے[28] حضرت قاضی ثنا اللہ پانی پتی نے اسی (80) برس کی عمر میں وفات پائی۔"

5۔شاہ غلام علی دہلوی(م:1824)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی 1743 کو مشرقی پنجاب میں امرتسر کے قریبی شہر بٹالہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد شاہ ناصر الدین قادری کے بیعت تھے۔ اپنی تالیفات میں آپ اپنا نام، فقیر عبد اللہ عرف غلام علی، لکھتے تھے آپ کو میر زا مظہر جان جاناں کی طرف سے، عضد العرفا، (یعنی عارفوں کے مدد گار) کا لقب عطا ہوا۔ آپ کا اپنے عہد ہی میں اتنا شہرہ ہوا کہ مجددی حضرات آپ کو تیرھویں صدی ہجری کا مجدد مانتے ہیں اور آپ کو خاتم الاولیا بھی کہا جاتا ہے۔[29] حفظ قرآن مجید کے بعد حدیث کی سند شیخ عبد العزیز محدث دہلوی سے اور اپنے مرشد حضرت میر زا مظہر سے حاصل کی۔ طویل عرصہ تک میر زا مظہر کی صحبت حاصل رہی ان کی شہادت کے بعد مسند پر رونق افروز ہوئے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے اکابر آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے آپ کے نامور خلیفہ حضرت شیخ خالد کردی کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی اور ہزاروں علما نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ اسی طرح حضرت شیخ غلام محی الدین قصوری المعروف دائم حضوری بھی آپ کے خلفا میں سے تھے جن کو، پنجاب کا پیر، کہا جاتا ہے اور حضرت دائم حضوری کے داماد و خلیفہ حضرت خواجہ غلام دستگیر قصوری تھے جنھوں نے سب سے پہلے منکرین ختم نبوت کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔[30] حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے عہد میں انگریزوں کا غلبہ استحکام حاصل کر رہا تھا اور بڑے محسوس و غیر محسوس طریقے سے اس خطے میں عقائد اسلامیہ کو زک پہچانے کی شعوری کوششیں کی جا رہی تھیں۔ ان حالات و واقعات میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے نہ صرف مسلم فکر و تہذیب کے خلاف اٹھنے والے پروپگنڈہ کا جواب دیا بلکہ سلسلہ مجددیہ پر اپنوں کی طرف سے لگائے گئے اعتراضات کا بھی بھرپور جواب دیا۔ تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات کے علاوہ آپ کا عظیم کارنامہ ایسے رجال کار تیار کرنا ہے جنھوں نے آگے چل کر نہ صرف اس خطے بلکہ اطراف و اکناف میں احقاق حق کا فریضہ ادا کیا ان میں نمایاں نام شیخ خالد کردی، شیخ غلام محی الدین قصوری، شاہ روف احمد مجددی اور شاہ ابو سعید کے ہیں جن کے کارہائے نمایاں سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا اسلوب تربیت واضح ہوتا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے مکتوبات، مکاتیب شریفہ کے نام سے موسوم ہیں۔ آپ کے 125 مکاتیب کا مجموعہ آپ کے خلیفہ شاہ روف احمد رافت مجددی نے جمع کیا۔ یہ مجموعہ مکاتیب 1231ھ میں مرتب ہوا تاریخی نام، مظہر عجائب، سے اس کا سال ترتیب بر آمد ہوتا ہے۔ یہ مکاتیب زیادہ تر آپ نے اپنے خلفا کے نام تحریر فرمائے جن میں سب سے زیادہ 53 مکاتیب آپ کے خلیفہ شاہ احمد سعید کے نام ہیں، ابو سعید مجددی کے نام 19 مکاتیب ہیں، شاہ روف احمد کے نام 23 مکاتیب ہیں اور تین مکاتیب شیخ خالد کردی کے نام ہیں چند ایک دیگر لوگوں کے نام بھی ہیں۔[31]

آپ کے کچھ مکاتیب شاہ نعیم اللہ بہرائچی کے حوالے سے ہیں ایک ان کے بیٹے کی رحلت پر تعزیت کے حوالے سے ہے جبکہ دو ان کے وصال پر لکھے ایک ان کی زوجہ کے نام جبکہ دوسرا ان کے رفقا کے نام تحریر فرمایا ان کی زوجہ کے نام مکتوب کا اسلوب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں "واقعہ ناگزیر رحلت حضرت مولوی (نعیم اللہ) نے دل کو مغموم و متاسف کیا افسوس کہ دنیا ان جیسے بزرگوں سے خالی ہوتی جارہی ہے اعزہ واحباب کو جمع کر کے مزار مبارک کے پاس حضرت مولوی مرحوم کے لیے ختم قرآن مجید کیا گیا حق یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف (اپنے کمالات وخصائص کی بدولت) زندہ ہیں کہ بہت سے خلفا اور اصحاب نیک چھوڑ کر گئے ہیں جن سے ان کا فیض جاری ہے صبر کا راستہ اختیار کریں اور مولوی صاحب کے اصحاب کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمائیں ۔اوقات عزیز کو ذکر، مراقبہ، تلاوت، درود اور استغفار میں مشغول رکھیں۔"[32] جانے والوں کے لیے کلمات خیر کہنا، ان کی نیکیوں کا ذکر، لواحقین کو رضائے الٰہی پر صبر کی تلقین، معتقدین کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت اور اوراد و وظائف پر کاربند رہنے کی فکر راسخ کرنا، صوفیائے کرام کے بنیادی نصائح میں سے رہا ہے جس کا اظہار حضرت شاہ غلام علی دہلوی اپنے اس مکتوب میں کر رہے ہیں اس موضوع پر دوسرا مکتوب جو شیخ نعیم اللہ بہرائچی کے رفقا کے نام لکھا اس میں مزید ان جملوں کے ساتھ تلقین کرتے ہیں:

> "تقدیر الٰہیہ پر صبر کے سوا چارہ نہیں آپ کو لازم ہے کہ صبر اختیار کریں حضرت مولوی صاحب (نعیم اللہ) کی ذات والاصفات تھی کہ طریقہ شریفہ کو رواج دیتے تھے اور اس خانان عالی کے فیض وبرکات کی اشاعت فرماتے تھے وہ عازم جنت ہوئے۔" "رضينا بالله يفعل ما يشاء و يحكم ما يريد" [33]

کتنا ہی خوبصورت جملہ ہے، رضینا باللہ، (ہم اللہ کے ساتھ راضی ہیں) اس طرح کی اصطلاح ذخیرہ کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں اپنے مکتوب میں نبوی اصطلاحات کا استعمال یہ امر واضح کرتا ہے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور آپ جیسے دیگر صالحین کی فکر کی اساس کیا تھی اور اصلاح فکر و عمل کے لیے ان کے ملفوظات، تصنیفات اور مکتوبات کا منبع و مرجع کیا تھا۔

خلاصۂ بحث

جنوبی ایشیا میں جہاں دنیا کی مسلم آبادی کا تقریبا نصف رہتا ہے یعنی ایک محتاط اندازے کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد مسلمان یہاں بستے ہیں مسلمانوں میں باوجود فقہی، مسلکی اور سماجی تنوع کے ہوتے ہوئے آج جس قدر بھی اسلامی فکر و تہذیب کے رنگ نظر آتے ہیں وہ انھی اکابر صوفیہ کی مخلصانہ، مدبرانہ اور مجاہدانہ ریاضتوں کا ثمر ہے۔ بالخصوص پندرہویں صدی عیسوی کے بعد جب مختلف الخیال حکمران مسند اقتدار پر فائز ہوئے اور دین اسلام کے حوالے سے انھوں نے اپنے طور پر، تجربات، کرنے کی کوشش کی تو سلسلہ نقش بندیہ کے یہی اکابرین، دین اسلام کو اس کی اصلی اور خالص حالت میں رکھنے کی پاداش میں ہر سختی کو برداشت کر گئے۔ نامساعد حالات کے باوجود انھوں نے اسلامی اقدار کے تحفظ، دفاع اور فروغ میں ہر جہت میں فعال کردار ادا کیا۔

References:

[1] An-Naml 27: 17.
[2] Urdū Dāirah *Ma'arif Islamiyyah*, University of The Punjab, Lahore, 1987, 21:47-48.
[3] Dr. Ghulām Mustafā Khān, *Baqiyāt-e-Bāqī* (Karachi: Educational Books n.d), 20.

4 Muhammad Hāshim Kishmī, *Zubdah al-Maqāmāt* (Sialkot: Maktabah Nu'māniah, 1986), 41.
5 Muhammad Iqbal Mujadadī, *Tazkrah 'Ulamā' o Mashẓāikh-e-Pakistan o Hind.*
6 Sheikh Muhammad Ikrām, *Rūd-e-Kausar*, 206.
7 Khwāja Muhammad Bāqī Billah, *Maktūbāt Sharīf* (Lahore: Allah Wālon Kī Qūmī Dūkān), Maktoob no 22, 111-112.
8 Bāqī Billah, *Maktūbāt Sharīf*, 116-117.
9 Urdū Dāirah Ma'arif Islamiyyah, *Maqālah: Sheikh Ahmad Sarhandī*, 2:126-127.
10 Urdū Dāirah Ma'arif Islamiyyah, *Maqālah: Sheikh Ahmad Sarha*ndī, 2:126-127.
11 Urdu Dairah Ma'arf Islamiyyah, *Maqālah: Sheikh Ahmad Sarhandī*, 2:129.
12 Shaikh Ahmad Sarhandī, *Maktūbāt-e-Imām-e-Rabbānī*, trans. *Maūlāna Sa'īd Ahmad Naqshbandī*, (Lahore: Progressive Books, 2006) 1:21-22.
13 Shaikh Ahmad Sarhandī, *Maktūbāt-e-Imām-e-Rabbānī*, tranc. *Maūlāna Sa'īd Ahmad Naqshbandī*, (Lahore: Progressive Books, 2006), Maktoob: 167, 1:347-348.
14 Sarhandī, *Maktūbāt-e-Imām-e-Rabbānī*, Maktoob:191, 1:378.
15 Nūr Bakhsh Tawakalī, *Tazkira Mashāikh Naqshbandīyah*, (Lahore: Nūrī Book Depot, 1976), 282-303.
16 Tawakalī, *Tazkira Mashāikh Naqshbandīyah*, 282.
17 Khaliq Anjum, trans. *The Letters of Mirza Mazhar Jān-e-Jānān*, (Lahore: Makkī Dār al-kūtub,1997), 81-82.
18 M Siddīq Khān Shiblī, "Mirzā Mazhar Jān-e-Jānān: The Leader of Islamic Thought in Subcontinent in 18th A.D", (Thesis, Idāra Tahqīqāt-e-Islamī, International Islamic University Islamabad, 2008), 157.
19 Hazrat Shah Ghulām Alī Dehlavī, *Maqāmāt-e-Mazharī*, (Dehlī: 1269 ah), 43.
20 Khāliq Anjum, trans. *Letters of Mirza Mazhar*, (Delhi: 1962), 214.
21 Muhammad Na'īm-Allah, *Māmūlāt-e-Mazhariyyah*, trans. Hakīm Rahīm al-ddīn Ahmad (Lahore: Dehlavī Progressive Books, 2018), 220.
22 Urdū Dāirah, *Ma'arif Islamiyyah*, 6:1032. 1033.
23 Urdū Dāirah, *Ma'arif Islamiyyah*, 6:1032. 1033.
24 Urdū Dāirah, *Ma'arif Islamiyyah*, 6:1032. 1033.
25 Ghulām Mustafa Khān, *Lawayeh khānqah-e-mazhariyyah*, (Sindh: 1975)
26 Qāzī Ṣanaullah Pānī Patī, *Irshād al-Ṭalibīn* (Lahore), 6- 7.
27 Muhammad Na'īm-Allah, *Māmūlāt-e-Mazhariyyah*, 16-19.
28 Muhammad Na'īm-Allah, *Māmūlāt-e-Mazhariyyah,* 16-19.
29 Ghulām Muhayyu al-ddīn, *Malfuzat Sharīfah.*
30 Shah Ghūlām Alī Dehlvī, *Izah-e-Tariqa* (Lucknow: Maktaba 'Alwī 1286 ah), 2.
31 Muhammad Iqbal Mujadadī, *Mūqadimah: Māmulāt-e Mazhariyyah,* 26. 27.
32 Muhammad Iqbal Mujadadī, *Mūqadimah: Māmulāt-e Mazhariyyah,* 28. 29
33 Muhammad Iqbal Mujadadī, *Mūqadimah: Māmulāt-e Mazhariyyah,* 28. 29